

اسرار حج!

ڈاکٹر میرولی الدین

حج زیارت کر دن خانہ بود

حج رب البیت مردانہ بود (رومی)

(خانہ کعبہ کی زیارت ہی حج ہے اور رب کعبہ کا مردانہ وارطواف ہی حج ہے۔)

صوفیائے کرام نے ہمیشہ مذہب کے ظاہری رسوم سے زیادہ زور اس کی باطنی روح پر دیا ہے۔ دین محمدیؐ کی یہی دو حیثیتیں ہیں: ظاہری و باطنی!۔ بقول شاہ ولی اللہؒ:

نیکی و طاعت کے ظاہری افعال سے قلب پر جو اچھے اثرات مترتب ہوتے ہیں، ان کے احوال و کوائف کی تحصیل دین کی باطنی حیثیت یا تصوف کا مقصود اور نصب العین ہے۔ (ہمععات)

قرآنی تعلیمات سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصل چیز ظاہری رسوم نہیں بلکہ باطنی روح ہے۔ دیکھو قربانی کے سلسلے میں حق تعالیٰ نے وضاحت فرمادی ہے، کہ:

لَنْ يَنْتَظِرَ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَائِهَا وَلَكِنْ يَنْتَظِرُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ط (الحج ۲۲: ۳۷) نہ قربانی کا گوشت حق تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے اور نہ خون، بلکہ تقویٰ یا پارسائی۔

یعنی حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی محض قربانی کر دینے یا خون بہا دینے سے نہیں حاصل ہوتی جب تک کہ اس قربانی کا مدار حق تعالیٰ کی محبت، اُن کی رضا جوئی اور اُن کی قرب طلبی نہ ہو۔ اسی طرح دوسری جگہ واضح طور پر فرمایا گیا ہے، کہ:

لَيْسَ الذِّبْحَانُ تَوَلَّوْا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (البقرة ۲: ۱۷۷) نیکی اس کا نام نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو، بلکہ نیکی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان و یقین سے حاصل ہوتی ہے۔
یعنی محض کسی سمت کو قبلہ بنا کر اس کی طرف منہ پھیر لینے سے انسان کے اندر نیکی نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ اس کی بنیاد اللہ اور آخرت کے یقین و ایمان پر نہ ہو!

اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھول نہ جانا چاہیے کہ قرآنی تعلیمات اور اسلامی تصوف کی رو سے دنیا میں جس طرح انسانی روح بغیر انسانی جسم کے نہیں پائی جاتی اور اس کے روحانی افعال کا اعتبار بغیر جسمانی افعال کے نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا میں خاص خاص افعال یا جسمانی حرکات اور احوال کے بغیر روح کا ارتقا اور اس کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے صوفیائے کرام نے باطن کے ساتھ ظاہر کی حفاظت پر پورا زور دیا ہے اور متقدمین صوفیائے تصوف کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ ع
وہ نام ہے تعمیر ظاہر و باطن کا

بالفاظ دیگر دونوں کی اصلاح و درستی ضروری ہے، نہ ظاہر بغیر باطن کے اور نہ باطن بغیر ظاہر کے درست ہو سکتا ہے۔ ظاہر عنوان ہے باطن کا۔ جب کسی کے ظاہری افعال شرع محمدیؐ کے خلاف ہوں تو اس کو کوئی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اس کا باطن موافق و مطیع ہوگا۔ ظاہر تو تابع ہوتا ہے باطن کا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ باطن درست ہو اور اس کا اثر ظاہر پر نہ پڑے، یہ ناممکن ہے۔ اسی طرح ظاہری افعال کا اثر باطن پر پڑتا ہے بلکہ ہر ظاہری عمل باطن کو متاثر کرتا ہے۔ ولیم جیمس جیسے ماہر نفسیات نے تو اس حد تک زور دیا ہے کہ: ”اگر تم باطن میں کوئی کیفیت یا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کی ظاہری صورت پیدا کر لو، تمہارا باطن متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔“

حج کے تمام اعمال پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مومن جس کا طرہ امتیاز حق تعالیٰ کی شدید محبت ہے (الَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ - البقرة ۲: ۱۶۵)، اپنے عشق و محبت کے جذبے کو جو اس کے قلب کی گہرائیوں میں نہاں ہے، ظاہری اعمال و اشکال میں ہویدا کرتا ہے تاکہ: ”اس کے اس حال کا چرچا دنیا میں پھیلے، وہ بلند آواز سے لبیک کہتے ہوئے نعرے لگاتا ہے اور ان نعروں سے محبت کی چھپی دبی آگ کو بھڑکاتا ہے!“ چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ اپنی تفسیر میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے حج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ:

حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا کہ سال میں ایک دفعہ اپنے کو سرگشتہ و شیدا بنا کر دیوانوں کی طرح اور عشقِ بازوں کا وتیرا اختیار کر کے محبوب کے گھر کے گرد ننگے سر ننگے پاؤں، لکھے ہوئے بال، پریشان حالی کے ساتھ گرد میں اٹے ہوئے سر زمین حجاز میں پہنچیں، اور وہاں پہنچ کر کبھی پہاڑ پر، کبھی زمین پر محبوب کے اسی گھر کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہوں..... اسی چلی خانے کے ارد گرد گھومیں اور اس کے گوشوں کو چومیں چائیں۔

حج کے مناسک سے عشق و محبت کا بھی جذبہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر طوافِ کعبہ، صفا و مروہ کے درمیان سعی، مزدلفہ کی آمد و رفت، عرفات میں قیام، منیٰ میں ذبح و قربانی، تلبیہ و احرام وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے۔

اعمالِ حج کے انھی باطنی اسرار کو ہم یہاں امام الصوفیہ حمید الاسلام حضرت غزالیؒ کے اشارات کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں:

زیں شہدیک انگشت رسام بلبت
از لذت اگر محو نگر دی تف کن!

(آپ کے ہونٹوں سے اس شہد کی ایک انگلی لگا دی ہے، اگر تو اس سے لذت اندوز نہیں ہوتا تو افسوس ہے۔)

حق تعالیٰ کے گھر کی زیارت کا شوق عاشق کے قلب میں بھڑک اُٹھتا ہے! جس قلب میں اس شاہِ خواباں کا عشق نہیں وہ مردہ ہے، یا یوں کہئے:

دل کہ فارغ شدز عشق آں نگار
سنگ استنجائے شیطان شہار!

(اس محبوب کی محبت سے دل فارغ ہو جائے تو ایسا دل شیطان کے استنجے کا ڈھیلا ہے۔)

عاشق کی نگاہ میں اب دنیا کی ساری لذتیں ہیچ نظر آنے لگتی ہیں۔ مال و دولت، جاہ و عزت، دوست و احباب اپنی دل فریبیاں کھودیتے ہیں! 'زندے' کا عشق اس کو مردوں کی محبت سے بیزار کر دیتا ہے اور وہ چیخ اُٹھتا ہے:

عشق بامردہ نبا شد پایدار عشق رباحی جاں افزائے دار!
 عشق زندہ در روان و در لہر ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر!
 عشق آں زندہ گزین کو باقیست وز شراب جاں فزایت ساقیست
 عشق آں بگزین کہ جملہ انبیا یا فتند از عشق او کار و کیا!
 غرق عشق شو کہ غرق است اندرین عشقہائے اولین و آخرین! (رومی)

(مردوں سے عشق پایدار نہیں ہوتا، زندوں سے لگاؤ ہی روح پرور ہوتا ہے۔ زندہ عشق روح میں اور آنکھوں میں رہتا ہے اور ہر لمحے تروتازہ غنچے سے بھی زیادہ تازگی رکھتا ہے۔ ایسے زندہ سے عشق ہونا چاہیے جو باقی رہنے والا ہے، وہ جان فزا شراب کا ساقی ہوتا ہے۔ عشق ایسی ہستی سے ہونا چاہیے کہ انبیاء نے بھی اس کے تعلق سے بالیدگی حاصل کی ہو۔ عشق میں غرق ہو جا اور یہی اولین و آخری عشق ہو۔)

اہل و عیال، دوست و احباب سے رخصت ہو کر جب وہ سوار ہوتا ہے تو اس کی نظر میں دارِ آخرت کی سواری آ جاتی ہے، وہ اپنے جنازے کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے جس پر سوار ہو کر اس کو ایک روز آخرت کی طرف کوچ کرنا ہوگا، اور وہ جانتا ہے کہ یہ دن کچھ زیادہ دور تو نہیں ہو سکتا۔ ع
 کیں عمر بیک چشم زدن نقش بر آب است!
 (یہ عمر پانی پر کسی نقش کی مانند آنکھ جھپکنے میں ختم ہو جاتی ہے۔)

جب احرام کے لیے چادر خریدتا ہے تو اس کو وہ دن یاد آتا ہے جب اس کا تن بے جاں کفن میں لپیٹا جائے گا اور وہ بے حس و حرکت پڑا ہوگا! اب اس کا ساتھ دینے والے نہ دوست و احباب ہوں گے اور نہ اہل و عیال، صرف ایمان و عمل صالح ہی اس کے ساتھ جائیں گے! وہ اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

یا من بدنیاہ اشتغل قد غرک طول الامل

الموت یاتی بغتۃ والقبر صندوق العمل (حضرت علیؓ)

(اے وہ جو اپنی دنیا میں مشغول ہو گیا، تجھے طویل تمناؤں نے دھوکے میں ڈال دیا۔ موت تو اچانک آئے گی اور قبر تمہارے عمل کا صندوق ہوگا)

سوچتا ہے کہ احرام کی چادر تو خانہ کعبہ کے قریب پہنچ کر باندھنی پڑے گی، ممکن ہے کہ یہ سفر پورا نہ ہو سکے اور راہ ہی میں موت آجائے لیکن حق تعالیٰ سے ملاقات تو کفن میں لپٹے ہوئے ہی ہوگی! کفن کی اس چادر پر نظر کر کے شکستہ دلی کے ساتھ حق تعالیٰ سے عرض کرتا ہے:

”اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ التَّلَاجِ وَالْبُرْدِ وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يَنْقَى الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.“ (عن عائشہ رضي الله عنها، بخاری)

اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دے، اور میرے دل کو گناہوں سے ایسا پاک کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اور مجھ میں اور میرے گناہوں کے درمیان ایسا فاصلہ کر دے جیسا کہ مشرق و مغرب میں تو نے فاصلہ رکھا ہے۔

جب اپنے شہر سے باہر نکل آتا ہے تو سوچتا ہے کہ اُس نے اپنے اہل و عیال اور وطن سے جدا ہو کر ایسا سفر اختیار کیا ہے جو کسی طرح دنیا کے اور سفروں کے بالکل مشابہ نہیں! اس سفر سے اس کا مقصود حق تعالیٰ ہیں، ان کے گھر کی زیارت ہے، ان کی رضا و خوشنودی ہے۔ حق تعالیٰ ہی کی پکار پر، انھی کی توفیق سے، انھی کے شوق دلانے سے، انھی کے حکم پر وہ قطعِ علاق و ترکِ خلاق کر کے ان کے دربار کی طرف دیوانہ وار چل پڑا ہے، اس کی زبان پر ہے:

بِسْمِ اللَّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ، حَسْبِيَ اللَّهُ، لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

اللهم اليك خرجت وانت اخرجتني!

(اے اللہ، میں تیری طرف ہی نکلا ہوں اور تو نے ہی مجھے نکالا ہے)

من کہ باشم کہ براں خاطر عاطر گزرم

لطفہامی کنی اے خاک درت تاج سرم (حافظ شیرازی)

(میں کون ہوتا ہوں کہ اس کے خاطر عاطر میں میرا گزر ہو، تیرا لطف و کرم ہو تو تیرے در کی خاک ہی میرے سر کا تاج ہے۔)

اس کو حق تعالیٰ سے پوری اُمید ہوتی ہے کہ وہ اس سفر شوق میں اس کے ساتھ ہوں گے،

اس کے نگہبان اور مددگار ہوں گے۔ وہ حق تعالیٰ ہی کی دستگیری و رہبری سے اپنی منتہائے آرزو کو پائے گا، اپنے مولیٰ کے دیدار سے اپنی مراد کو پائے گا! ے

من این دستے کہ افشاندم ز کونین

بد امانِ تمنائے تو باشد! (حزین)

(جی کو میں نے کونین سے الگ کر لیا ہے، تیری تمنا کے دامن میں آجائے۔)

سوچتا ہے کہ اگر وہ منزل مقصود کو پہنچنے بھی نہ پایا اور راستے ہی میں طعمہٴ اجل مسلمی ہو گیا، پھر بھی وہ نثار رہ یار ہوگا! کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے:

”وَمَنْ يَخْزُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ

أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ“ (النساء: ۴: ۱۰۰) جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہوا

کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا، پھر اس کو موت آ پکڑے، تب بھی اس کا

ثواب ثابت ہو گیا، اللہ تعالیٰ کے ذمے!

ہاں، اس راہ میں موت بھی اچھی! کہہ سکے گا! ے

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم!

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

(اپنی عمر کا حاصل اپنے دوست کی راہ میں نثار کر دیا ہے۔ میں اپنی زندگی سے خوش ہوں کہ میں نے کوئی کام تو کیا ہے۔)

اسی فکر و ذکر، اسی ولولہ و جنون میں وہ میقات پر پہنچ جاتا ہے، کپڑے اُتارتا ہے اور احرام

کی چادریں باندھتا اور اوڑھتا ہے، ماسوا سے آزاد ہو کر چیخ اٹھتا ہے:

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ

آنکھوں سے اس کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، دل سے سرد آہیں نکلتی ہیں اور زبان سے یہ چیخ:

ما را ز خاک کویت پیرا ہن است برتن!

آنہم ز آب دیدہ صد چاک تابدا من (جمالی)

(تیرے کوپے کی خاک ہمارے جسم کا لباس ہے، اور اس لباس کو بھی ہمارے آنسوؤں نے دامن

تک چاک کر رکھا ہے۔)

جانتا ہے کہ لبیک کی یہ پکار حق تعالیٰ کی اس پکار کے جواب میں ہے، کہ: *وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ* □ (الحج ۲۲:۲۷) ”اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔“ اور اس کا خیال عرصہ قیامت کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا اور لوگ اسی طرح پکارے جائیں گے اور وہ اپنی قبروں سے نکل کر میدان قیامت میں جمع ہوں گے اور حق تعالیٰ کی پکار کا جواب دیں گے۔ پھر ان میں سے بعض مقبول ہوں گے اور بعض مردود! ابتدا میں تردد ہر ایک کو ہوگا، خوف ورجا ہر ایک کے سینے میں ہوگی! دل ہی دل میں حق تعالیٰ سے کہتا ہے، کہ

کارے بجز گناہ نداریم یا حفیظ عذرے بغیر آہ نداریم

یا حفیظ!

ہر چند رو سیاہ و گنہ گار و مجرمیم جز رحمت پناہ نداریم یا حفیظ! (مخدوب)
اے حفیظ! سوائے گناہ کے اور کچھ کام ہم سے نہ ہو سکا۔ ہمارے پاس سوائے آہوں کے کوئی عذر نہیں۔ ہر چند کہ ہم گنہگار اور رو سیاہ اور مجرم ہیں، سوائے تیری رحمت کے پناہ میں آنے کے اور کچھ نہیں رکھتے۔)

توبہ و استغفار، تسبیح و تہلیل، ندامت و شوق، رجا و خوف میں اس کی ہر ساعت بسر ہوتی ہے، دل میں حسرتوں کا بجوم ہوتا ہے، اور وہ راہ کی صعوبتیں برداشت کیے بڑھتا جاتا ہے! کبھی کہتا ہے:
اللہ! کس قدر رہ مقصود دور ہے پیک خیال راہ میں تھک تھک کے رہ گیا
جدہ کا قیام، ساتھیوں کی پریشانی اس کو متاثر نہیں کرتی، وہ تو محو خیال یار ہے:
وہ تری گلی کی قیامتیں کہ لحد سے مردے نکل

پڑے

یہ مری جبین نیاز تھی کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

انتظار کی ساعتیں گزرتی جاتی ہیں اور وہ بے تابی میں گنگناتا جاتا ہے:

نظر ہے وقف غم انتظار کیا کہنا

کھینچی ہے سامنے تصویر یار کیا کہنا (جگر مراد آبادی)

اب قافلہ مکہ معظمہ میں داخل ہو رہا ہے! 'حرم مامون' میں پہنچ رہا ہے! مَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا،
کی نوید اس کے کانوں میں گونجتی ہے۔ 'بلد امین' میں داخل ہو کر وہ چیخ اٹھتا ہے:

ذَرَّةٌ خَاكٍ وَ دُرُّكَوَيْ تَوَامٍ وَ قَوْلٌ خَوْشٍ اسْتِ

ترسم اے دوست کہ بادے نہ بردنا گا ہم! (حافظ)

(میں ذرہ خاک ہوں اور خوش ہوں کہ تیرے کوچے میں پڑا ہوا ہوں، اور اس سے ڈرتا ہوں کہ
کہیں ہوا کا جھونکا مجھے اڑا کے یہاں سے کہیں دور نہ لے جائے۔)
آگے بڑھ کر جب اس کی نظر بیت اللہ پر پڑتی ہے تو رب البیت کی تجلی سے اس کے ہوش و حواس گم
ہو جاتے ہیں:

آمدِ خبرے ز آمدِ او
من بعدِ خبرِ نماندِ مارا!

(اس کی آمد سے ہی کچھ خبر معلوم ہوتی ہے، اس کے آنے کے بعد تو ہم خود ہی اپنے آپ میں نہیں رہتے۔)
وہ 'بیت' کو نہیں، گویا 'رب البیت' کو دیکھ رہا ہے!

آنکھوں میں روے یار ہے، آنکھیں ہیں روے یار پر

ذره ہے آفتاب میں، ذرے میں آفتاب ہے

اسی ذوق و شوق کو لیے ہوئے وہ طواف کے لیے بڑھتا ہے، اس کے قلب میں تعظیم،
خوف ورجا، عشق و محبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ اس کا جسم خانہ کعبہ کے طواف میں
مصروف ہوتا ہے لیکن اس کی روح رب البیت کے گرد گھومتی ہے، اس کا دل حضرت ربو بیت کا
طواف کرتا ہے، ان پر فدا ہوتا ہے، نثار ہوتا ہے، چیختا ہے۔

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدایت

اماچہ تو اوں کرد کہ موجود ہمین است!

(فقط ایک جان ہی تو ہے اسے آپ پر فدا کریں، تو (کیا کمال ہو)، مگر افسوس کہ اس جان کے سوا
تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ یہی جان ہی تو ہے۔)

جب حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے تو جانتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے،

اطاعت و فرماں برداری، عبدیت و عبودیت کا اقرار کر رہا ہے، حجر اسود ”يَمِينُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِي الْاَرْضِ“ ہے، حق تعالیٰ کا داہنا ہاتھ ہے زمین پر، ”يُصَافِحُ بِهَا خَلْقَهُ كَمَا يُصَافِحُ الرَّجُلُ اَخَاهُ“ جس سے وہ اپنے بندوں کے ساتھ اس طرح مصافحہ کرتے ہیں جیسے انسان اپنے بھائی سے، (عن عبد اللہ بن عمرؓ، مسلم)۔ وہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عرض کرتا ہے:

یا رب منم و دست تہی چشم برآب جاں دادہ و دل سوختہ و سینہ کباب
نامہ سیہ و عمر تہہ، کار خراب از روئے کرم بفضل خوشیم در یاب

(اے اللہ میں ہوں اور تہی دست ہوں اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ میں سوختہ دل ہوں اور محبت سے سینہ جلا ہوا ہے میرا نامہ اعمال سیاہ ہے۔ عمر برباد ہوگئی اور ہر کام خراب ہوا، اب رب کریم اپنے لطف و کرم سے نوازیں تو خوشی مل سکتی ہے۔)

پھر کعبۃ اللہ کے پردے کو پکڑتا ہے، یہ سمجھ کر کہ حق تعالیٰ کے دامن کو پکڑ رہا ہے، اور ملتزم سے چمٹتا ہے، یہ سمجھ کر کہ حق تعالیٰ سے قریب ہو رہا ہے، رورور کر عرض کرتا ہے:

تو کریم مطلق و من گداچہ کنی جز اینکہ خوانیم
در دیگرے بنما کہ من بہ کجا روم چو برانیم
ہمہ عمر ہرزہ دویدہ ام خلم کنوں کہ نمیدہ ام
من اگر بخلقہ منیدہ ام تو برون درنشانیم (بیدل)

(تو کریم ہے اور میں فقیر، کیا کیا جاسکتا ہے کہ تجھے نہ پکاریں۔ کوئی دوسرا دروازہ نہ کھلا، کہ میں کہاں جاؤں اگر یہاں سے زندہ جاؤں۔ ساری عمر اب نخل خوار ہو کر تیری طرف جھک آیا ہوں۔ اب اس حلقے پر آیا ہوں تو باہر نہ پھینکا جاؤں۔)

گویا پکار اٹھتا ہے کہ آپ کا دامن چھوڑ کر کہاں جاؤں، کس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں، کس کے قدم پکڑ لوں؟ میری پناہ گاہ آپ ہیں، میرا ملجا و ماویٰ آپ کے سوا کون ہے؟ آپ کے کرم و عفو کے سوا میرا ٹھکانہ نہیں! آپ کا دامن نہ چھوڑوں گا جب تک کہ آپ اپنی رحمت سے میری سیہ کاریوں کو معاف نہ فرمائیں، اور آئندہ دامن امن میں پرورش نہ فرمائیں! حق تعالیٰ آپ کریم ہیں، در کریم پر عجز و نیاز کے ساتھ آیا ہوں، دیدہ اشک بار کے ساتھ آیا ہوں، درد دل، نالہ جاں آزار کے ساتھ

آیا ہوں، اگر آپ دامنِ عفو میں پناہ نہ دیں تو کہاں جاؤں، کیا کروں! س
 یارب دلم از بار گنہ محزون است جاں زار و دل افکار و جگر پر خون است
 ہر چند گناہ من ز حد بیرون است عفو ت ز گناہ من بے افزون است (درد)
 (اے اللہ میرا دل گناہ کے بوجھ سے حزن و ملال میں مبتلا ہے، میری روح زار و نزار ہے اور دل زخمی ہے
 اور جگر چھلنی ہے ہر چند کہ میرے گناہ حد سے زیادہ ہیں لیکن تیرا عفو و درگزر کرنے کا شیوہ اس سے
 بہت زیادہ ہے۔)

صفا و مروہ کے درمیان جب وہ سعی کرتا ہے تو یہ احساس قلب میں لیے ہوئے کہ ایک فقیر،
 مسکین، حقیر و ذلیل غلام اپنے آقا، مالک، بادشاہ کے محل کے صحن میں بار بار چکر لگا رہا ہے، نظر کرم کا
 بلتی ہے، زباں پر سوال ہے کہ:

”رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوِزْ عَمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ“

بار بار گھومتا ہے اور آواز لگاتا ہے، کہ:

إِلٰهِيْ عَنْدَكَ يٰبَنِيَّكَ فَقِيْرٌ يٰبَنِيَّكَ مَسْكِيْنٌ يٰبَنِيَّكَ سَاۤءٌ لَّكَ يٰبَنِيَّكَ ذَلِيْلٌ يٰبَنِيَّكَ
 ضَعِيْفٌ يٰبَنِيَّكَ ضَعِيْفٌ يٰبَنِيَّكَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

میرے معبود تیرا بندہ تیرے در پر ہے، تیرا فقیر تیرے در پر ہے، تیرا مسکین تیرے در پر
 ہے، تیرا سائل تیرے در پر ہے، تیرا ذلیل بندہ تیرے در پر ہے، تیرا کمزور و ناتواں
 بندہ تیرے در پر ہے، تیرا مہمان تیرے در پر ہے، اے رب العالمین!
 جانتا ہے کہ کوئی سائل اس در سے محروم نہیں جاتا، یہ کریم کا دروازہ ہے، اس کو جو کھٹکھٹاتا ہے وہ اپنی
 مراد کو پاتا ہے:

گفت پیغمبر کہ چوں کو بی درے	عاقبت زان در بروں آید سرے
سایہ حق بر سر بندہ بود	عاقبت جو بندہ یا بندہ بود
چوں نشینی بر سر کونے کسے	عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک	عاقبت اندر رسی در آب پاک

(پیغمبر نے فرمایا کہ دروازے کو کھٹکھٹاتے رہیے آخر کار اس دروازے سے کوئی باہر آہی جائے گا۔)

حق کا سایہ اپنے بندے کے سر پر رہتا ہے، آخر کار تلاش کرنے والا کچھ نہ کچھ پا ہی لیتا ہے۔ جب تو کسی دروازے پر پڑا رہے گا تو آخر کسی نہ کسی کا دیدار کر ہی لے گا۔ جب کوئی کسی کنویں کی مٹی نکالتا رہے گا تو آخر کسی روز اس کی تہ سے پانی حاصل کر ہی لے گا۔

عرفات کے میدان میں جب وہ قدم رکھتا ہے اور لوگوں کا اثر دھام اور آوازوں کا بلند ہونا اور زبانوں کا اختلاف جب اس کو نظر آتا ہے، تو اس کو میدانِ قیامت کا منظر یاد آتا ہے کہ اس روز بھی ہر امت اپنے نبی کے ساتھ اسی طرح جمع ہوگی اور اس کی پیروی کرے گی اور اس کی شفاعت کی امید کرے گی! اب وہ اضطرار کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور چنچتا ہے:

”يَا مَنْ لَا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ وَلَا سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَلَا تَشْتِيهِ عَلَيْهِ الْأَصْوَاتُ، يَا مَنْ لَا تَغْلُطُهُ الْمَسَائِلُ وَلَا تَحْتَلِفُ عَلَيْهِ اللِّغَاتُ! يَا مَنْ لَا يَبْرِمُهُ الْخِصَامُ الْمُلْحِنِينَ وَلَا تَضْجُرُهُ مَسْئَلَةُ السَّائِلِينَ! اذْفَنَّا بَرْدَ عَفْوِكَ وَجَلَا وَدَرَ حَمَتِكَ!!“

اے وہ ذاتِ مطلق کہ جس کو ایک حال دوسرے حال سے نہیں روکتا اور نہ ایک عرض کا سننا دوسرے عرض کے سننے سے باز رکھتا ہے، اور نہ مشتبہ ہوتی ہیں اس پر آوازیں! اے وہ ذاتِ مطلق کہ جس کو بہت سے سوال مغالطے میں نہیں ڈال سکتے اور نہ مختلف ہیں، اس کے نزدیک بہت سی زبانیں! اے وہ ذاتِ پاک جس کو ہٹ کرنے والوں کا اصرار تھکا نہیں دیتا اور مانگنے والوں کا سوال تنگ نہیں کرتا، ہم کو اپنے عفو کی ٹھک اور رحمت کی حلاوت سے آشنا کر!۔ (دعاے خضر علیہ السلام)

پھر رورور کر کہتا ہے:

”الْهِى! أَنْتَ أَنْتَ وَأَنَا أَنَا، أَنَا الْعَوَادُ إِلَى الذُّنُوبِ وَأَنْتَ إِلَى الْمَغْفِرَةِ! إِلَهِي! إِنَّ كُنْتُ لَا تَزْحَمُ الْأَهْلَ طَاعَتِكَ فَالْيَ مَنْ يُفْرَعُ الْمَذْنِبُونَ!“

حق تعالیٰ آپ آپ ہیں اور میں میں ہوں! میں گناہوں کی طرف بار بار پلٹتا ہوں اور آپ مغفرت کی طرف بار بار رجوع کرتے ہیں! حق تعالیٰ اگر آپ اپنے طاعت والوں ہی پر رحم کریں، تو گنہگار کس طرف ملتی ہوں؟

حق تعالیٰ میں آپ کی اطاعت سے قصداً علیحدہ رہا اور آپ کی نافرمانی پر دانستہ متوجہ ہوا،

آپ پاک ہیں! آپ کی حجت مجھ پر کتنی بڑی ہے اور آپ کا مجھے معاف کرنا کتنا بڑا کرم ہے۔ پس جس صورت میں کہ آپ کی حجت مجھ پر ضروری ہوئی، میری حجت آپ کے ہاں جاتی رہی، میں آپ کا محتاج ہوں اور آپ مجھ سے بے پروا و بے نیاز، آپ مجھے معاف ہی فرمادیجیے! اے اُن سے بہتر ذات جن کو کوئی دعا مانگنے والا پکارے، اور افضل ان سے جن سے کوئی توقع رکھنے والا توقع رکھے! اسلام کی حرمت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کا وسیلہ تیرے سامنے پیش کرتا ہوں، میرے سارے گناہ بخش دیجیے اور مجھے اس موقف سے حاجتیں پوری کر کے لوٹائیے اور جو کچھ میں نے مانگا مجھے دلا دیجیے اور جس چیز کی میں نے تمنا کی اس میں میری توقع پوری کیجیے!

پھر چلاتا ہے درد بھرے دل سے:

الہی! جو تیرے سامنے اپنی تعریف کیا کرے، میں تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں! الہی گناہوں نے میری زبان گوئی کر دی، پس مجھ کو اپنے عمل کا وسیلہ نہ رہا اور نہ سوا اُمید کے اور کوئی سفارش کرنے والا! الہی مجھے معلوم ہے کہ میرے گناہوں نے تیرے نزدیک میری قدر کچھ باقی نہ رکھی اور نہ عذر کرنے کی کوئی صورت چھوڑی لیکن تو تمام کریموں سے زیادہ کریم ہے! الہی اگر میں اس قابل نہیں کہ تیری رحمت تک پہنچوں تو تیری رحمت تو شایاں ہے کہ مجھ تک پہنچے! الہی تیری رحمت ہر چیز کو شامل ہے اور میں بھی ایک چیز ہوں! الہی اگرچہ میرے گناہ بڑے ہیں لیکن تیرے عفو کے مقابلے میں چھوٹے ہیں! میرے گناہوں سے درگزر کر اے کریم!!۔

جانتا ہے کہ یہ وہ مبارک مقام ہے جہاں حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ان رحمتوں کو وہ قلوب جذب کرتے ہیں جو اس میدان میں موجود ہوتے ہیں، یہ ابدال و اوتاد کے قلوب ہیں، ان صالحین کے قلوب ہیں جو حق تعالیٰ کے آگے سربسجود ہیں، ان کے حضور میں دست بستہ ذلت و مسکنت کے ساتھ گڑ گڑا رہے ہیں! رحمت الہی کے جذب کا اس سے زیادہ قوی و موثر کوئی طریقہ نہیں کہ: ”ان ابرار کی ہمتیں اکٹھی ہوں اور ایک وقت میں ایک زمین پر قلوب ایک دوسرے کی مدد کریں!“ اس ادراک کے ساتھ ہی اس کی زبان سے یہ چیخ نکلتی ہے:

غمِ ناکم وازدر تو باغمِ نروم جز شاد و اُمید و اروخرم نروم
از درگہ ہچو تو کریے ہرگز نومید کے نرفت و من ہم نروم (ابوسعید)
(میں غم زدہ ہوں، تاہم تیرے در سے غم ہی میں نہ جاؤں گا۔ تیرے در سے سوائے خوشی اور اُمید
کے کوئی اور چیز لے کر نہیں جاؤں گا۔ تیرے جیسے کریم کی درگاہ سے کوئی نا اُمید نہیں گیا، میں کیوں
نا اُمید جاؤں۔)

اسی لیے کہا گیا ہے، کہ: ”عرفات کے شریف میدان میں آ کر یہ سمجھنا کہ حق تعالیٰ نے
میری مغفرت نہیں کی، سب سے بڑا گناہ ہے۔“

رحمت ایجا کہ کند وسعتِ خود را ظاہر
ہر کہ تقصیر نہ کرد است گنہ گار ترست!
(اس جگہ تیری رحمت اپنی پوری وسعت کے ساتھ جلوہ گر ہے، جو کوئی تقصیر نہ کرے وہ زیادہ گنہ گار ہے۔)
ری جمار کے موقع پر احرام باندھتے وقت اپنے اس قول کو یاد کرتا ہے کہ:
”لَبَّيْكَ لِحَاجَّةٍ حَقًّا تَعَبُّدًا أَوْرَقًا“ (عن انسؓ، دارقطنی) میں حاضر ہوں حج کے
واسطے حقیقت میں بندگی اور غلامی کی راہ سے۔

اور محض اپنی غلامی و بندگی کے اظہار کے لیے امر کی اطاعت کا قصد کرتا ہے اور محض تعمیل ارشاد و
انتثال امر الہی کے لیے رمی کرتا ہے، جانتا ہے کہ اس فعل میں نہ تو نفس کو کوئی حظ ہے اور نہ عقل کو!
اپنی عقل اور نفس کو حق تعالیٰ کے حکم پر قربان کرتا ہے، اور دیوانہ وار اقامت ذکر اللہ کے لیے
شیطان پر کنکر مارتا ہے اور زبان سے کہتا جاتا ہے:

اللَّهُ أَكْبَرُ عَلَى طَاعَةِ الرَّحْمَنِ وَرَغْمِ الشَّيْطَانِ تَصْدِيقًا بِكِتَابِكَ وَاتِّبَاعًا لِلْمَسْنَةِ
نَبِيِّكَ

جب قربانی کرتا ہے تو جانتا ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم پر وہ اپنی جان بھی، قربانی کے جانور کی
طرح فدا کرنے کو تیار ہوگا بلکہ عاشق کی زندگی تو ہر زمان مردنی ہے، وہ اپنی جان کو ہر دم فدا کر ہی
رہا ہے:

اے حیاتِ عاشقانِ درِ مردگی دل نیابی جز کہ درِ دلِ بردگی

ماہبا و نون بہارا یا فتمیم جانب جاں باخترن بشنا فتمیم
 (تیری محبت میں فنا ہونے والوں کو بھی زندگی ملتی ہے، دل دے دینے ہی میں حاصل ہو جاتا ہے
 محبت ہوتی ہے۔ ہم نے قیمت اور خون بہا حاصل کر لیا، ہم جان کی بازی لگا گئے اور چلے گئے)
 عاشقان راہر زمانے مرد نیست مروں عشاق خود یک نوع نیست
 اود و صد جاں دار داز نور ہدیٰ واں دو صدر امی کند ہر دم فدا
 ہر یکے جاں راستانده بہا از بنی خواں عشرۃ امثالہا (رومی)
 (عاشقوں کے لیے موت نہیں، عاشقوں کی موت کوئی ایک ہی نوع پر مشتمل نہیں ہوتی۔ وہ دوسو
 جانیں رکھتا ہے اور ہدایت کی روشنی بھی، وہ یہ دوسو جانیں بھی قربان کر دیتا ہے۔ وہ ہر جان پر قیمت
 حاصل کرتا ہے جیسے کہ نبی نے فرمایا کہ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا (الانعام ۶: ۱۶۰)
 ”اور جو اللہ کے حضور نیکی لے کر آئے گا اس لیے دس گنا اجر ہے۔“)

غرض حج کے اعمال میں دل کا وظیفہ یہ ہے جس کا اجمالاً اوپر ذکر ہوا۔ قلب کی یاد کے
 ساتھ حج کے اعمال وہی ادا کرتا ہے جس کے دل پر حق تعالیٰ کی محبت و غلامی کا داغ ہوتا ہے اور ظاہر
 ہے کہ جس غلام کو خود بادشاہ خریدتا ہے اس کا مرتبہ سوا ہوتا ہے۔
 داغ غلامیت کرد پایہ خسرو بلند
 صدر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید
 (خسرو کا مرتبہ تیری غلامی کے باعث بڑھ گیا ہے، جسے سلطان خریدے وہ مملکت کا صدر نشین
 ہو جاتا ہے۔) (الفرقان، لکھنؤ، حج نمبر، شوال ۱۳۷۰ھ)

کتابچہ دستیاب ہے، منشورات، منصورہ لاہور۔ قیمت: ۷ روپے، سیکڑہ پر خصوصی رعایت